افکار و تاثرات

مولانا محمد ابراہیم فانی
مدرس جامعہ دار العلوم حقانیہ

حرمین شریفین کا سفرنامہ عنبر شمامہ

استاذ محترم مدیر شہیر ماہنامہ الحق حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہم کے ساتھ ایک مجلس میں ماہنامہ الحق میں آپ کے تحریر کردہ سفرنامہ حرمین شریفین کا تذکرہ چھڑ گیا۔ اس وقت الحق میں اس کی ساتویں قسط شائع ہوئی تھی، راقم نے اس کے متعلق اظہار خیال کیا اور حضرت سے استدعا کی کہ اس سفرنامہ کو مزید تفصیل کی ضرورت ہے کیونکہ اکثر قارئین الحق نے یہ سلسلہ انتہائی پسند کیا ہے اور بعد میں اس کو کتابی شکل میں شائع کروائیں۔ مولانائے محترم نے کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بندہ کی درخواست کو درخور اعتناء سمجھا اور اس روح پرور سلسلہ کو دراز فرمایا۔ لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم۔ احقر نے یہ بھی خواہش ظاہر کی کہ اجازت ہو تو اپنے احساسات کو حیطہ التحریر میں لاؤں، حضرت نے بہ خوشی اجازت دی۔ چنانچہ اپنے قلبی واردات و احساسات کو بزبان قلم نذر قارئین کر رہا ہوں ۔استاذ محترم کی عنایت ہے کہ راقم کو اس لائق گردانا۔ فجزاھم اللہ خیر الجزاء.

لطف و احساں آپ کا ہے مہربانی آپ کی بندہ کس لائق ہے صاحب قدردانی آپ کی (فانی)

اخلاص و عقیدت کے کوثر و تسنیم میں ڈوبا ہوا مہبط جبرئیل امین محور انوار ربانیہ اور مرکز تجلیات الٰہیہ حرمین شریفین کی پُرنور فضاؤں میں تحریر کردہ استاذ محترم امیر القلم حضرت العلام مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا سفرنامہ عنبر شمامہ وجہ طراوت ایمان باعث بالیدگی روح اور موجب تازگی قلب و دماغ ہو رہا ہے جس کا ہر نکتہ ہر حرف ہر لفظ ہر سطر بلکہ ہر مبتداء و خبر عشق و محبت کا مظہر کامل اور جذب و شوق کا مصداق اتم ہے اور اس کے ہر پیراگراف سے اخلاص و عقیدت کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں۔

نگاہوں سے برستی ہے اداؤں سے ٹپکتی ہے
محبت کون کہتا ہے کہ پہچانی نہیں جاتی

ایک کمترین شاگرد اور نالائق تلمیذ اپنے محبوب و مکرم شیخ اور شفیق و مشفق استاذ اجل کی تحریر پُر تاثیر پر خامہ فرسائی کی کیا جرأت کر سکتا ہے؟ مگر ع جذب دل نے آج کوئے یار میں پہنچا دیا

کے بموجب سفرنامہ کی قسط ہفتم نے جذب و کیف اور وجد و شوق کے ایک ایسے عالم میں پہنچا دیا کہ ضبط کے باوجود قلم

سے رہا نہ گیا۔ اور یہ چند بے ترتیب و بے ربط سطور لکھنے پر مجبور ہوا۔ اس قسط کا بار بار مطالعہ کیا۔ ہر بار کیف کی ایک نئی دنیا کی سیر کی۔ پرنم آنکھوں اور اشک آلودہ نین کے ساتھ اس کے ہر ہر سطر سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ کئی بار آنکھوں کے نور کے سامنے اشک حائل ہوتے گئے، لیکن جذب وشوق کا یہ عالم رہا کہ آنسوؤں سے بھیگی آنکھیں تحریر پر ٹکی رہیں، پھر اشکوں کو پونچھ کر دوبارہ اس کے مطالعہ میں مشغول ہوتی گئیں۔ ع سیف ہنگامِ وصال آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

گیلان کے درویش خدا مست کی جگر کو پاش پاش کرنے والی نظم اور پھر مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے رقت انگیز اشعار کے انتخاب نے اس قسط کو سدا بہار بنادیا۔ مولانا مناظر حسن گیلانیؒ کی نظم واقعی انہوں نے اپنے دل کی قاشیں بکھیر کر رکھ دی ہیں۔ ع من قاش فروش دل صد پارۂ خویشم ۔ جیسا کہ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں :

شبے پیشِ خدا بگریستم زار مسلمانان چرا خوارند وزارند
ندا آمد نمی دانی کہ ایں قوم دلے دارند و محبوبے ندارند

آہ مولانا گیلانی جنہوں نے شب وصال فانی بدایونی کی اس غزل کی فرمائش کی تھی۔ جسکے اس شعر نے بندہ کو کئی بار رلایا۔

؎ سنے جاتے نہ تھے تم سے مرے دن رات کے شکوے کفن سرکاؤ میری بے زبانی دیکھتے جاؤ

اور پھر اسی رات اپنی بے چین و بیقرار روح اپنے جان آفرین کے سپرد کردی۔ ؎

اب نہ کلفت ہے نہ شکوے ہیں نہ گویائی ہے
آج بیمارِ محبت نے شفا پائی ہے

وفات کے بعد ایک عالم نے یہ عجیب نظارہ دیکھا کہ ۹۰ سال کا پیرنا تواں سفید ریش ایک جوانِ رعنا معلوم ہو رہا تھا جس کا چہرہ بھرا ہوا اور داڑھی کے بال سیاہ تھے۔ یہ آپ کی ایک واضح کرامت تھی۔ اللہ اللہ انہوں نے یہ نظم کس کرب و درد کی حالت میں لکھی ہوگی اور کس سوز وگداز سے بارگاہِ حضور میں سنائی ہوگی۔ استاذ محترم نے کس موقعہ پر اور کس قدر برمحل ایک اثر آفرین انداز میں اس کو سفرنامہ کا جزء بنادیا۔

جام کے صوفیٔ صافی نے اپنے دل ریزہ ریزہ کے سیپارے اللہ کے حضور پیش کئے ہیں۔ اور ایسے پُرتاثیر انداز میں کہ جس کو پڑھنے اور سننے سنانے کے لئے بھی جگر چاہیے۔ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کی اس مناجاتی غزل کی زمین پر میرے والد محترم صدر المدرسین متکلم عصر حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب قدس سرہ اکثر یہ شعر سناتے تھے۔

چار چیز آوردہ ام شاہا کہ در گنج تو نیست عاجزی و بیکسی عذر و گناہ آوردہ ام

آپ عموماً یہ شعر اس پس منظر میں سناتے تھے، کہ جب کوئی شخص کسی دوست کے پاس مہمان بن کر جاتا ہے تو وہ اپنے ساتھ ایک ایسا تحفہ لے جاتا ہے جو کہ اس کے دوست کے علاقے اور وطن میں نایاب و ناپید ہوتا کہ اس پر اس کا دوست خوش ہو جائے۔ چونکہ اللہ کی بارگاہ میں رونا دھونا نہیں۔ اس لئے دعا میں عاجزی اور خشوع وخضوع و تضرع وزاری کے

ساتھ ساتھ رونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ بندہ کی اس نیاز مندی پر بہت خوش ہوتے ہیں اور یہی بات حضرت الشیخ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ قاسم العلوم والخیرات بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے حوالہ سے اپنے خطبات وتقاریر ومواعظ میں فرمایا کرتے تھے۔

مولانا کے حسنِ انتخاب کو دادِ تحسین نہ دینا ناانصافی ہوگی کہ ابھی دل ''مجذوب گیلانی'' کے ضربات سے سنبھلنے نہیں پایا تھا کہ صوفی جام کی مناجاتی نظم کی شکل میں غزل نے دردوسوز کی وہ کیفیت طاری کردی کہ خود جامیؒ کی زبان میں:

قطرہء خونِ جگر جامیؔ بدریا افگنے
سینہ سوزاں دل تپاں ماہی ز آب آید بروں

اللہ اکبر خونِ جگر میں ڈوبے ہوئے یہ کیف آور اشعار جن کی تاثیر ہزاروں مراقبوں پر بھاری ہے۔

حضرت جامیؒ کے یہ اشعار سننے والے اور پڑھنے والے پر ایک رقت کی کیفیت طاری کرتے ہیں۔ خود ان اشعار کے الہام والقاء کی وقت آپ کن کیفیات سے گزرے ہوں گے۔

بقول خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ:

ساقی ترا مستی سے کیا حال ہوا ہوگا
جب مے یہ تو نے ظالم شیشے میں بھری ہوگی
جنت میں ملے گا وہ جس میں جسے راحت ہو
ہم کو تو پسند اپنی شوریدہ سری ہوگی

جس دل میں دیارِ محبوبؐ کی تڑپ نہ ہو، جو آنکھ درودیوارِ یار کے دیدار کیلئے بیتاب نہ ہو، اور جس جگر میں ہجرِ محبوب کی وجہ سے سوزش نہ ہو وہ دعوائے محبت میں صادق نہیں۔ عاشقِ زار کو تو محبوب کے درودیوار سے بھی گل ونسرین کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔

امر علی الدیار دیار لیلیٰ اقبل ذاالجدار و ذا الجدارا
وما حب الدیار شغفن قلبی ولکن حب من سکن الدیارا

درِ محبوب سے جدائی کا تصور کس قدر مہیب، کتنا کرب انگیز اور کتنا دردناک ہوتا ہے اس کا ادراک ہر کوئی نہیں کرسکتا۔

ع غم عشق بوالہوس راند ہند ۔ مولانائے محترم نے قسطِ ہفتم کو دیارِ محبوب کوالوداع سے معنون کرکے انتباہ کردیا کہ یہ قسط کس قدر کرب انگیز ہے۔

سنے ہوں گے ہزاروں بلبلوں کے نالے گلشن میں
کلیجہ تھام لو اب دل جلے فریاد کرتے ہیں

بہرحال ایک طرف دیارِ محبوب کا روح پرور تذکرہ، دوسری جانب اس سے جدائی کا دلدوز منظر اور اس پر مولانا کی معجز رقم

تحریر مستزاد۔ جس نے ہم جیسے بے بضاعۃ فقیروں اور بینوا گداؤں کو جذب و کیف اور وجد و شوق کے غیر مرئی عالم کی سیر کرادی۔ نم دیدہ آنکھوں کے ساتھ' دلگداز آہوں کے ساتھ جگر پاش سسکیوں کے ساتھ' دردو کرب' الم و نالہ کے ساتھ وہ درد جس کے بارے میں عربی شاعر کہتا ہے۔

یجد الحمام ولو کوجدی لانبریٰ

شجر الاراک مع الحمام ینوح

ایسا درد جس پر لاکھوں خوشیاں قربان ہوں کیونکہ یہ دردِ محبت ہے یہ کرب عشق ہے' یہ غم الفت ہے جس کے استقبال کے لئے عشاق بانہیں وا کئے دیوانہ وار انتظار میں رہتے ہیں۔

اس سفر نامہ حرمین الشریفین نے حضرت الاستاذ مولانائے محترم کی گونا گوں صفات کے مخفی گوشے آشکارا کئے ہیں اور حضرت الشیخ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ کی کرامتیں بھی واشگاف انداز میں اس بہارِ آفرین سفر نامہ کے مجموعی مطالعہ سے محسوس کی جاسکتی ہیں۔ جانبین کے خطوط سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی توجہات مکمل طور سے آپ پر سایہ فگن رہیں اور آپ کی مستجاب دعائیں ہر دم آپ کے شامل حال تھیں۔ اکابر و مشائخ وقت سے آپ کی بے تکلف ملاقاتیں ان کے ساتھ علمی گفتگو اور تحقیقی مباحث اور پھر غیر مقلدین حضرات کے امام شیخ ناصر الدین البانی کے ساتھ مناظرانہ نوک جھونک حضرت محدث عصر مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی رفاقتیں' مولانا شیر محمد سندھیؒ جیسی عبقری شخصیت کی مجالس میں حاضر باشی' حضرت کشمیریؒ کے شاگرد رشید مولانا بدر عالم میرٹھیؒ کی دعائیں حضرت مولانا عبدالغفور عباسیؒ مدنی کی پر نور صحبتیں عالم عرب کے صاحب دل و دانائے راز' داعی و مفکر شیخ مصطفیٰ السباعیؒ کی شفقتیں اور باقی بزرگان دین و اکابر مشائخ کی عنایتیں۔ دیگر کیا کیا انعامات ہیں جن کو اللہ کریم نے آپ پر نچھاور نہیں کئے۔ **وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء**

پھر تعجب کی بات کہ اس وقت ۲۷۔۲۸ سال کا جوان اور عین عالم شباب میں دنیائے اسلام کی ان عباقرہ و جہابزہ اور یگانہ روزگار ہستیوں کے ساتھ ایسی علمی اور تحقیقی مجالس' یہ جہاں حضرت الشیخؒ کی زندہ کرامتیں ہیں تو دوسری طرف آپ کی خداداد صلاحیتوں کی غماز ع یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے۔

سرِ دست یہ بے ربط سطور اور بے ترتیب احساسات سپردِ قلم کئے۔ جی چاہتا ہے بہت کچھ لکھوں لیکن قلم احساسات کے اظہار کے ساتھ نہیں دے رہا۔ انشاء اللہ جب سفر نامہ کی (نہ چاہتے ہوئے بھی) تمام قسطیں اختتام پذیر ہوں تو اس پر تفصیل سے اگر آپ حضرات کی اجازت ہو تو ایک طالبعلمانہ اظہار خیال کروں گا۔

فانی وہ خرابہ ہے اسے دل نہیں کہتے
جس دل میں نہ رقصاں ہو تمنائے مدینہ